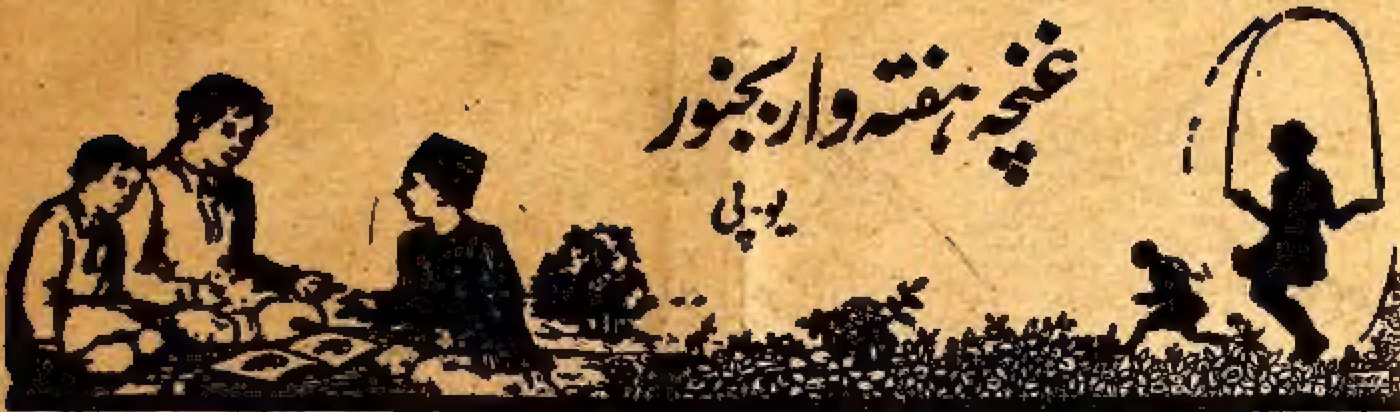

رسالہ غنچہ
بجنور
یو۔پی
قیمت
سالانہ ممالک غیر سے
چار روپے آٹھ آنے
قیمت
سالانہ تین روپے
ششماہی
فی پرچہ
پروپرائٹر محمد مجید حسن بجنور یوپی (انڈیا)



غنچہ ہفتہ وار بجنور

یو-پی

ایڈیٹر:- شبیر بیگ - بریلوی

نمبر ۳۵ | بجنور یوم پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ | جلد ۲۲

بوجھو تو جانیں

(۱) دو سہیلی ایک مکان چلیں پھریں گائیں ہر آن
ہاتھ پاؤں آنکھ نہ کان سب کو بتائیں آپ انجان

(۲) دیکھا ہم نے عجب تماشہ ہر مہینے ہر سال
پچھم کی تلوار بنی اور پورب جا کر ڈھال

(۳) ایک پاؤں اور پڑا ہی بڑا احسان اس کا سب کے سر پر
دھوپ اور مینہ میں دیکھو جو ہر غنچہ پھول بنا ہے کھلکر

(۴) رکھا پاؤں بیٹھ جاؤں پھر گھماؤں
سفر کروں یار و بنا تھکاتے پاؤں

(۵) آم نہیں انار نہیں مٹھاس کا شمار نہیں
آم ہے مگر گٹھلی ساتھ نہیں

(حامد شگفتہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں)

(۶) زیر فلک وہ رہتی ہے اور خاص عام میں
حسینوں کی ناک میں نہیں اُلٹی کان میں

(۷) نہ تو بیلا نہ چمیلی نہ تو جوہی پھر کیا
ہم ہی اگر نام بتا دیں تو پہیلی پھر کیا

(۸) چیست آں چیست کہ پری ناز کند
بے پر، پر دبے دہن آواز کند

(۹) ایک مرغ عجیب جس کے ماں نہ باپ
مگر ہمیشہ آدمی کا خون پیتا ہے

(۱۰) ایک ناری بڑی چتر کہاتے
مورکھ کے وہ ہاتھ نہ آتے
چتر آدمی جو ہاتھ لگاتے
ستر کمول کے آپ دکھاتے

(قمر الدین)

(۱۱) گول گول گنبد تر بتر نہ جانو مادہ نہ جانو نر

پہلے خود غور کیجئے اس کے بعد صفحہ ۱ پر ملاحظہ کیجئے۔

سُونے کے بال

(از جناب شیو سہائے چترویدی)

(۲)

جیسے ہی سنہرے بالوں والی لڑکی نے آکر دروازہ کھولا کُٹنی اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ روتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ "بیٹی تو میری بھانجی ہے۔ تو بہت چھوٹی تھی جب سے اب ملاقات ہوئی ہے۔"

کُٹنی کی باتوں پر بھولی بھالی لڑکی نے یقین کرلیا اور بڑی عزّت کے ساتھ اُسے محل میں لے گئی اور شام کے وقت جب راجکمار لوٹا تو اس سے تعارف کرایا۔

کُٹنی کا لباس دیکھ کر راجکمار کو شک ہوا کہ یہ کوئی چالاک عورت ہے۔ رات کو خوابگاہ میں اُس نے دیوزادی سے کہا کہ دیکھو اس عورت سے ہوشیار رہنا یہ مجھے بہت چالاک معلوم ہوتی ہے۔

کچھ دنوں بعد کُٹنی نے اس سے کہہ دیا "ذرا راجکمار سے پوچھنا ان کی جان کس چیز میں ہے۔"

شام کو جب راجکماری نے راجکمار سے یہ سوال کیا تو اس کا شبہ اور پختہ ہوگیا اُس نے کہا۔ "تم اس عورت کی باتوں میں نہ آؤ۔ ورنہ یہ میری جان لے لیگی۔"

لیکن دیوزادی اپنی بات پر اڑی رہی بولی "تمہیں میرے سوال کا جواب دینا ہی ہوگا۔"

راجکمار نے بگڑ کر کہا۔ "اچھی بات ہے تم نہیں مانتیں تو بتائے دیتا ہوں۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلا مت دینا۔ اُسے تیل میں ڈالکر اسی محل میں بند کرکے تالا لگا دینا۔"

اس کے بعد راجکمار نے دروازے کی چوکھٹ پر کچھ لکھا اور پھر راجکماری کے پاس آکر کہا۔ "دیکھو میری جان اس ہتھیار میں ہے۔"

کُٹنی دیوار کے سہارے کان لگائے کھڑی تھی اس نے راجکمار کی بات سُن لی۔

اگلے دن راجکمار تو شکار کے لئے جنگل میں چلا گیا۔ کُٹنی نے اُس ہتھیار کو لیکر انگیٹھی میں رکھا اور اُوپر سے آگ جلادی تھوڑی ہی دیر میں آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ انگیٹھی کی آگ سے جیسے جیسے ہتھیار کا پانی اترنے لگا راجکمار کی بےچینی بڑھنے لگی۔ اس نے شکار کھیلنا بند کر دیا اور گھوڑے پر چڑھ کر تیزی سے گھر کی طرف دوڑا۔ جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا تھا، اُس کی طبیعت خراب ہوتی جاتی تھی۔ جیسے ہی وہ محل کے پاس آکر گھوڑے سے اُترا اس کی جان نکل گئی۔

دیوزادی اس واقعہ سے بہت رنجیدہ ہوئی اور رونے لگی۔ کچھ دیر بعد دیوزادی کو اپنے شوہر کی بات یاد آئی۔ اس نے اس کی لاش اُٹھواکر تیل میں ڈبوکر ایک کمرے میں رکھوا دی اور تالا بند کرا دیا۔

کچھ دن گزرنے پر کُٹنی نے کہا۔ "بیٹی ہماری خاندان

کا رواج ہے کہ جو عورت بیوہ ہو جاتی ہے وہ دسویں دن کشتی میں بیٹھکر ندی کی سیر کو جاتی ہے۔ آج دسواں دن ہے تم بھی اس رواج پر عمل کرو۔

دیوزادی کٹنی کے ساتھ ندی کنارے پہنچی۔ وہاں کشتی پہلے ہی سے تیار تھی۔ دونوں اس پر سوار ہوئیں اور کٹنی کا اشارہ پاکر کشتی چل پڑی۔

کچھ دور چلنے پر دیوزادی نے کہا۔ خالہ اب تو بہت دُور نکل آئے چلو لوٹ چلیں۔

کٹنی نے کہا "بیٹی گھبراتی کیوں ہو؟ میں تمھیں ایسی جگہ لئے چلتی ہوں جہاں تم زندگی بھر آرام سے رہو گی"۔ دیوزادی بہت روئی چلائی۔ مگر وہاں کون سُنتا تھا۔

کشتی شام ہوتے اپنی جگہ پہنچ گئی۔ کٹنی نے فوراً ہی سنہرے بالوں والی لڑکی کے آنے کی خبر راجہ کے محل میں کرائی۔ تھوڑی دیر میں شاہی محل سے دلہن کو لینے کو لئے پالکی آپہونچی اس میں بٹھاکر دیوزادی کو محل میں پہنچا دیا گیا۔

دیوزادی کٹنی کی چال سمجھ گئی۔ اس نے اپنی عزت بچانے کے لئے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے ایک خادمہ کے ذریعہ راجہ سے کہلوایا کہ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں پردہ بیچ میں ڈالکر دیوزادی اور راجہ کی بات چیت ہونے لگی۔ دیوزادی نے کہا۔

میرے بزرگ! اب میں آپ کی بہو بنکر آپ کے گھر آچکی ہوں لیکن آپ سے میں ایک درخواست کرتی ہوں میں ایک وظیفہ پڑھ رہی ہوں اس کے پڑھنے میں ابھی چھ مہینے لگیں گے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں چھ مہینے شہر سے باہر رہ کر اپنا عمل پورا کرلوں۔ اس کے بعد آپ میری شادی کردیں۔

راجہ نے دیوزادی کی یہ درخواست منظور کرلی اور شہر کے باہر ایک محل میں اس کے رہنے کا انتظام کردیا گیا۔

راجکمار کے دوستوں میں سب سے پہلے گاڑی بان کے لڑکے نے اپنا کام سیکھ لیا اور اپنے بنائے ہوئے پنجرے کو لے کر اس کے کانٹوں کی مدد سے راستہ معلوم کرتا ہوا بڑھئی دوست کے پاس پہنچا۔ بڑھئی کا لڑکا بھی اپنا کام سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنے اُستاد سے اجازت لی اور اُڑن کھٹولا لیکر دونوں دوست لوہار کے لڑکے کے پاس جا پہنچے۔ لوہار کا لڑکا بھی ہتھیار بنانے کا کام سیکھ چکا تھا اور اپنا بنایا ہوا ہتھیار لئے دوستوں کا انتظار کر رہا تھا۔

تینوں دوست اڑن کھٹولے میں بیٹھکر راجکمار کی تلاش میں نکلے اور پنجرے کے کانٹوں کی مدد سے اس مقام پر پہنچے جہاں راجکمار کا مردہ جسم بند تھا۔ وہاں پہنچکر انھوں نے دروازے پر راجکمار کی تحریر پڑھی اور سارا راز سمجھ گئے۔ انھوں نے دروازہ کھول کر ہتھیار کی تلاش کی اور لوہار کے لڑکے نے اس پر پانی چڑھانا شروع کردیا

جیسے جیسے پانی چڑھتا گیا راجکمار کی لاش میں جان آتی جاتی تھی۔ جب پانی پوری طرح چڑھ گیا تو راجکمار زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا اور "پیاری رانی" "پیاری رانی" کہکر چلانے لگا۔ دوستوں نے سمجھایا کہ اب اسکے پیچھے نہ پڑو اس کی محبت چھوڑ دو۔

راجکمار نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ میری بیوی ہے اس کا پتہ لگانا ہوگا۔"

راجکمار کی ضد دیکھکر گاڑیبان کے لڑکے نے بنجر کے کانٹوں کی مدد سے پتہ لگایا کہ دیوزادی کہاں ہے اور چاروں دوست اڑن کھٹولے میں بیٹھکر وہاں پہنچے شہر کے باہر انھوں نے ڈیرہ ڈالا۔

صبح ہوتے ہی راجکمار کو چھوڑ کر تینوں دوستوں نے فقیروں کا بھیس بدلا اور دیوزادی کے پاس پہنچے اُن میں سے ایک نے کہا اب تمھاری شادی کے دن قریب آگئے ہیں تم راجہ سے کہنا کہ ہمارے خاندان کا رواج ہے کہ شادی ہونے سے پہلے دولہا دلہن اُڑن کھٹولے میں بیٹھکر شہر کا سات دفعہ چکر لگاتے ہیں اتنا کام تم کر لینا۔ باقی ہم دیکھ لیں گے۔

اتنا کہکر تینوں دوست اپنے ڈیرے میں واپس آگئے بڑھئی کے لڑکے نے اُڑن کھٹولا لیکر تماشہ دکھانا شروع کر دیا تاکہ راجہ کو معلوم ہو جائے کہ اڑن کھٹولے والا ان کے شہر میں آگیا ہے۔

اُدھر دیوزادی نے اُڑن کھٹولے والی بات راجہ سے کہلوائی۔ اُڑن کھٹولے والا بلایا گیا بڑھئی کے لڑکے نے راجہ کا حکم پاکر دولہا دلہن کو اڑن کھٹولے میں بٹھایا کٹنی کو بھی شوق ہوا اس نے کہا کہ میں بھی کھٹولے پر بیٹھوں گی۔ آخر وہ بھی بٹھائی گئی۔

اُڑن کھٹولا آسمان پر چکر لگانے لگا اور ایک دو چکر لگانے کے بعد لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گیا۔ دیوزادی کے حکم سے بڑھئی کے بیٹے نے دولہا اور کٹنی دونوں کو ندی میں پھینک دیا۔ اسکے بعد وہ دونوں اُس جگہ آئے جہاں راجکمار اور دونوں دوست بیٹھے انکا انتظار کر رہے تھے۔

راجکمار سنہرے بال والی رانی اور اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ اڑن کھٹولے پر بیٹھکر اپنے باپ کے شہر میں پہنچا راجکمار کو گھر چھوڑے ہوئے سات سال گذر چکے تھے راجہ رانی ان سب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ سنہرے بالوں والی رانی کو دیکھ کر تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی اُس دن سے وہ سب خوشی خوشی رہنے لگے۔ (ختم)

جنگ کے ڈھنگ

(از مسٹر رام صاحب سیٹھی پنڈی گھیب)

فیری فلمار

باپ:- بیٹا شاد! "فیری فلمار" بھی ایک انوکھی اور نرالی قسم کا ہوائی جہاز ہوتا ہے۔ یہ لوہے، فولاد اور تانبے کے مرکب سے تیار ہوتا ہے اور بڑا خطرناک

ہوتا ہے۔ساڑھے تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتا ہے۔اور بہت اونچائی تک پرواز کر سکتا ہے۔بعض اوقات یہ بیس ہزار فٹ کی بلندی تک بھی پہنچ جاتا ہے اس میں تین چیزیں خاص ہوتی ہیں۔

شاد:۔ کون کونسی؟

باپ:۔ لائف بائے LIFE BUOY یہ ایک گول سا چکر ہوتا ہے۔جو نہایت ہلکا ہونے کی وجہ سے سمندر میں نہیں ڈوبتا۔اگر اچانک فضا میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو جہاز راں ہوائی چھتری کے ذریعہ نیچے چھلانگ لگا دیتے ہیں۔اور اگر سمندر ہو تو اس چکر کے . . . . ذریعے ڈوبنے سے بچ جاتے ہیں۔دوسرے اس جہاز میں ہر وقت دس توپیں تیار رہتی ہیں۔پانچ ایک بازو پر اور دوسرے بازو پر۔اگر کوئی خطرہ پیش آجائے تو ان توپوں سے دشمن پر گولہ باری کی جاسکتی ہے۔یہ توپیں نہایت اعلیٰ قسم کی ہوتی ہیں۔

ان کے علاوہ اس میں ایک تصویر کھینچنے کا کیمرہ بھی ہوتا ہے۔جو بڑی اچھی طرح سے فوٹو اتار سکتا ہے۔اس کیمرے کی ذریعہ ایک منٹ میں پچاس کے قریب تصویریں لی جاسکتی ہیں مزہ یہ ہے کہ یہ تصویریں بغیر صاف کئے صاف نظر آتی ہیں۔

شاد:۔ اور اس میں کتنے آدمی بیٹھ سکتے ہونگے؟

باپ:۔ "فیری فلمار" میں صرف دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ایک ریڈیو اور وائرلیس پر کام کرتا ہے اور لمحہ لمحہ کی خبریں اپنے افسر کو اس کے دفتر میں پہنچاتا رہتا ہے۔اور اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔اور دوسرا شخص فوٹو وغیرہ اتار کر دشمن کی نقل و حرکت کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔

شاد:۔ کچھ اور؟

باپ:۔ آجکل کے نئے جہاز جن کو "نیو ماڈل فیری فلمار" کہتے ہیں۔اُن میں ان تین چیزوں کے علاوہ ایک گھڑی بھی ہوتی ہے۔جس کی مدد سے رفتار کم و بیش کی جاتی ہے۔اور اسکی مدد سے رفتار کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ . . . . دوسری چیز ایک عجیب قسم کی چھت ہوتی ہے۔جو بارش اور برف سے بچائے رکھتی ہے اور گولہ باری کو بھی روکتی ہے۔اسے "رین اینڈ فائر پروف" کہتے ہیں۔ان جہازوں کا انجن بڑا طاقتور ہوتا ہے۔اس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار گھوڑوں کی طاقت ہوتی ہے۔

شاد:۔ بہت بھاری انجن ہوتا ہے۔

باپ:۔ امریکہ کے پاس ان جہازوں کی تعداد دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔اس قسم کے ایک جہاز کی قیمت ۹۸۵۰۰ پونڈ کے قریب ہوتی ہے۔

گلائیڈر

باپ:- اس جنگ میں بغیر انجنوں والے جہاز بھی استعمال ہو رہے ہیں۔

شاد:- بغیر انجنوں والے جہاز.....! تو پھر وہ چلتے کیسے ہوں گے؟

باپ:- یہ جہاز زیادہ تر فوج وغیرہ کے لے جانے کے کام آتے ہیں۔ اور جنگ کے دنوں میں جب ان سے کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو انہیں دوسرے جہازوں کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ اور جہاں اتارنا مطلوب ہوتا ہے زنجیر کھول کر آہستہ سے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ خود بخود زمین پر آتر آتے ہیں۔

شاد:- ان کا نام کیا ہے؟

باپ:- ان کو "گلائیڈر" کہتے ہیں۔ یہ بڑے ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور ایک ایک جہاز کے ساتھ پانچ گلائیڈر سے دس تک آسانی سے باندھے جا سکتے ہیں۔

شاد:- ان میں آدمی کتنے بیٹھ سکتے ہیں؟

باپ:- ایک گلائیڈر میں بیس سے لے کر چالیس تک آدمی بیٹھ جاتے ہیں۔ ان میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ہوائی جہازوں کی طرح انہیں کھلے میدانوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ذرا سی جگہ پر آسانی سے اُتر سکتے ہیں۔

شاد:- یہ بات واقعی بہت انوکھی ہے۔

باپ:- اس جہاز پر جو سپاہی سوار ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس ایک ہوائی چھتری ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ حفاظت سے نیچے اُتر سکتے ہیں۔ اس جہاز میں ایک نقص یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ استعمال کرنے کے بعد بیکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بغیر ہوائی جہاز کے کام نہیں آسکتا۔ جہاں ایک دفعہ اتارا جاتا ہے وہیں پڑا رہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تھوڑے سے عرصہ میں کئی سو سپاہی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیئے جا سکتے ہیں بعض اوقات چار سو سے بھی زائد آدمی ایک گلائیڈر میں بٹھائے جا سکتے ہیں۔

شاد:- ان کی قیمت تو معمولی ہو گی؟

باپ:- ہاں۔ ایک گلائیڈر دو ہزار پونڈ سے بھی کم میں تیار ہو جاتا ہے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود

بچو! ملک عرب کا نام تو تم نے سنا ہو گا، بہت سے بچوں نے اس کا نقشہ اور اس کے حالات بھی پڑھے ہوں گے۔ اسی ملک میں مکّہ معظمہ واقع ہے جہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے، جہاں ہر سال دنیا کے ہزاروں لاکھوں مسلمان حج کرنے جاتے ہیں، اور جہاں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا

ہوئے، پلے، بڑھے اور سب سے پہلے آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اسی ملک میں مدینہ منوّرہ ہے جہاں آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے تشریف لے گئے اور مستقل طور پر رہے اور جہاں آپؐ کا مزار مبارک ہے۔ اسی ملک کے درمیانی حصہ پر جن میں یہ دونوں مقدس شہر بھی واقع ہیں آجکل لمبے قد، مضبوط جسم اور روشن دل و دماغ کا ایک عرب حکمران ہے جس کا نام عبدالعزیز ابن سعود ہے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت دلچسپ اور جرأت و بہادری سکھانے والے ہیں۔ سلطان سنہ ۱۸۸۰ء میں ریاض میں پیدا ہوئے ان کے دادا نجد کے بادشاہ تھے اور باپ عبدالرحمٰن بھی نجد میں بادشاہی کرتے تھے مگر ان کی پیدائش سے پہلے ہی ایک بدو سردار ابن رشید نے ریاض پر قبضہ کرکے ان کے باپ کو وہاں سے نکالدیا تھا، عبدالرحمٰن وطن سے نکلے ہوئے اور حکومت سے محروم عرب کے مشرقی ساحل کے شہر کویت میں زندگی گذار رہے تھے۔ سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے بچپن اور جوانی کا زمانہ وہیں بسر ہوا۔ جب کچھ شعور پیدا ہوا تو آپ کو اس بات کا احساس ہوا کہ ہم وطن سے دور نکلے ہوئے ہیں اور باپ دادا کے ملک پر ایک بدو سردار قابض ہے۔ نوجوانی کے زمانہ میں جوش اور ولولہ تو زیادہ ہوتا ہی ہے، سلطان عبدالعزیز اپنے ملک اور حکومت کو واپس لینے کے منصوبے باندھنے لگے۔ کبھی کبھی اپنے والد سے بھی اپنے ارادہ کا اظہار کرتے، وہ سن کر مسکراتے اور خاموش ہو رہتے۔ مگر اس نوجوان عبدالعزیز کی ہمت پست نہ ہوتی۔ رفتہ رفتہ اپنے ملک کو واپس لینے اور ابن رشید کو ریاض سے نکالنے کا خیال انکے دماغ میں خوب پختہ ہوگیا۔ وطن سے دور غربت کے عالم میں فوج اور لڑنے کا سامان کیسے مہیا ہو سکتا تھا، اگر یہ باتیں پوری ہو سکتیں اور ریاض کی واپسی کی کوئی امید ہوتی تو عبدالرحمٰن ہی خاموش ہوکر نہ بیٹھ رہتے۔ مگر سلطان عبدالعزیز کی ہمت نے اس بے سامانی کے عالم ہی میں سامان پیدا کرنا شروع کردیا۔ آپ نے رفتہ رفتہ کچھ دنوں کے اندر اپنے کچھ ساتھی بنالئے اور کچھ گھوڑے اور معمولی سامان بھی مہیا کرلیا۔ اس زمانہ میں ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی، ایک دن آپ نے اپنے والد سے اپنے ارادہ کا تذکرہ کرکے ریاض پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی، ظاہری بے سروسامانی تو باپ کے سامنے تھی ہی، مگر ان کا جوش اور ان کے ساتھیوں کے ارادہ اور وفاداری کو دیکھکر اجازت دیدی۔ نوجوان شہزادہ نے چالیس آدمیوں کو ساتھ لیکر ایک رات کو ریاض کے قلعہ پر اچانک حملہ کردیا۔ ابن رشید کو حملہ کی کوئی توقع نہیں تھی، اس لئے لڑنے کی کوئی تیاری بھی نہیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ معمولی سی لڑائی کے بعد نوجوان شہزادہ کا قلعہ پر قبضہ

ہو گیا اور ابن رشید اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شہزادہ کی یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی تھی، اس کی بہادری اور ہمت کی دھاک دوسرے بدو سرداروں پر بھی بیٹھنے لگی۔ باپ نے یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور اپنے تمام اختیارات بیٹے کو دیدیے۔ سلطان عبدالعزیز کا یہ کارنامہ سنہ ۱۹۰۲ء کا ہے۔ اختیارات ملنے کے بعد سلطان قلعہ کے حاکم ہو گئے۔ ریاض پر قبضہ ہو جانے کے بعد آس پاس کے بدو سرداروں سے بہت سے معرکے پیش آئے۔ مگر نوجوان عبدالعزیز نے اپنی بہادری اور تدبیر کے وہ جوہر دکھائے کہ چند سال کے اندر ہی سب ان کی طاقت کا لوہا مان گئے۔ ان کی حکومت میں قریب کے دوسرے علاقے بھی شامل ہو گئے اور سنہ ۱۹۱۲ء تک تمام نجد پر ان کی حکومت قایم ہو گئی۔

یہ تو تھے انکی زندگی کے ابتدائی زمانہ کے حالات اس زمانہ میں انھوں نے بہادری، جوش اور ہمت سے اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو زیر کیا اور تمام نجد و حجاز کو فتح کیا۔ اس کے بعد ان کے اعلیٰ مدبر، عربوں کے ہمدرد، بہی خواہ اور اسلام کے سچے خادم ثابت ہونیکا دور شروع ہوا۔ انھوں نے تمام ملک میں عربوں کی زندگی کو سنوارنا شروع کیا، عام طور سے بدو خانہ بدوش رہتے تھے اور صرف لوٹ مار ان کا پیشہ تھا، سلطان نے نئی نوآبادیاں بنائیں، انھیں کھیتی باڑی کے کام پر لگایا، اور کاشتکاری کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ بدو قبیلوں میں آپس میں بڑی عداوت اور دشمنی رہا کرتی تھی سلطان نے ان میں بھائی چارہ اور میل ملاپ پیدا کرنے کی تحریک شروع کی اور انکی بستیاں بسا کر انھیں امن پسند بنایا بھلائی کے ان کاموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی بدو جو کبھی لڑتے، لوٹ مار کرتے اور مارے مارے پھرتے تھے اب سلطان کے وفادار ہو گئے اور بہت سے ان کی فوج کے سپاہی بن گئے۔ مگر سب سے بڑی بھلائی سلطان کی یہ ہے کہ انھوں نے اپنی حکومت میں دنیا والوں کے قانون کے بجائے اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون جاری کیا، آج کل حجاز میں اسلامی شریعت پر عمل ہو رہا ہے اور جرم کرنے والوں کو اسی کے مطابق سزا دی جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں چوری نام کو نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی رو سے چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے اس لئے کوئی سزا کے خوف سے کسی کی چیز کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ قافلے بے روک ٹوک سفر کرتے ہیں، آمد و رفت کے لئے سڑکیں بنی ہوئی ہیں اور سواری کے لئے اونٹوں کے علاوہ موٹریں بھی ملتی ہیں۔ حاجیوں کو پہلے جو تکلیفیں ہوتی تھیں اب نہیں ہوتیں، حجاز کی حالت آجکل بہت اچھی ہے اور یہ سب کچھ سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی ہمت، بہادری اعلیٰ تدبیر اور اسلامی ہمدردی کی وجہ سے ہے۔

خدا سے دُعا

(از سعید بھوپالی، قرول باغ نئی دہلی)

سارے جہاں کو تو نے بنایا — اپنا کرشمہ سب کو دکھایا
سُورج بنایا چاند بنایا — تاروں سے ہے فلک سجایا
اونچے اونچے پہاڑ بنائے — نہریں، چشمے، دریا بہائے
کیا کیا دل کش پھول کھلائے — پھولوں سے پھر باغ سجائے
ہر ذرہ میں تو ہی عیاں ہے — تو ہی یہاں ہے تو ہی وہاں ہے
تو ہی دوا ہے تو ہی شفا ہے — تو ہی محبت تو ہی وفا ہے
تو ہی ہے سب کا کھیون ہارا — سب کے دلوں کا تو ہی سہارا
کب سے کھڑا ہے آس لگائے — لب پہ دعا ہے ہاتھ اُٹھائے
سعیدؔ کو کر دے ایسا جہاں میں — نام ہو روشن سارے جہاں میں

کیا اچھا ہوتا

(جناب محمد شفیع الدین صاحب نیرؔ دہلی)

خوب ہوتا اگر ہُوا کرتے — خط کے کاغذ یہ پیڑ کے پتے
حال لکھ لکھ کے بھیجتے اُن پر — لکھنؤ، کانپور، کلکتے

خوب ہوتا اگر ہُوا کرتی — ریڈیو ہر درخت کی ڈالی
خبریں ہر وقت ہم سنا کرتے — بیٹھتے ایک پل نہ ہم خالی

خوب ہوتا سنا دیا کرتی — پیڑ کی جڑ کبھی کبھی گانا
کتنا آسان ہم کو ہو جاتا — اپنے غمگین دل کا بہلانا

کشیدہ کاری

پلنگ کی چادر کا کونہ

بشریٰ بیگم درجہ ہفتم
مسلم گرلس کالج علی گڈھ



مسکراہٹ

ڈاکٹر صاحب کرسی پر بیٹھے ہیں۔ سامنے میز پر چند کاغذات اور قلم دوات رکھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کسی گہرے خیال میں ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر کے بال آہستہ آہستہ ہلا رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص آجاتا ہے۔

شخص (ڈاکٹر سے) شاید آپ ہی نے میری چھوٹی لڑکی کے لئے یہ عینک دی تھی۔

ڈاکٹر (غور سے دیکھتے ہوئے) جی ہاں!

شخص (ہنستے ہوئے) اجی صاحب؟ وہ لڑکی تو دن تو وہ عینک آنکھوں پر لگانے نہیں دیتی۔ مگر......؟

ڈاکٹر: مگر......؟

شخص: یہ کہ رات کو جب وہ سو جاتی ہے بس موقعہ غنیمت جان کر ہم اس کی آنکھوں پر چپکے سے لگا دیتے ہیں۔

(قمر کاسارو ڈولوی تھانہ)

ایک صاحب موٹر میں بیٹھے کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں ایک گڑھا حائل ہوگیا ڈرائیور گاڑی کو دوسری طرف سے چلا صاحب کہنے لگے اس طرف کو کیوں جارہے ہو ڈرائیور نے کہا حضور سامنے گڑھا تھا اس لئے موٹر اس طرف سے موڑ لی تھی۔ صاحب کہنے لگے واہ تم بھی عجیب بیوقوف ہو، تم نے ہارن کیوں نہیں بجایا جس سے موٹر دوسری طرف سے جانے کی زحمت نہ ہوتی۔

(محمد عبدالعزیز بیگن پی اسسٹنٹ)

معلومات

اہل بورنیو کے شکار کا طریقہ نہایت ہی تعجب انگیز ہے یہ شکاری بندوق وغیرہ سے بالکل کام نہیں لیتے ایک چھوٹے بانس سے جس کا طول تقریباً آٹھ انچ ہوتا ہے وہ اپنے شکار کو بخوبی زخمی کرسکتے ہیں۔ مگر یہ بانس ہندوستان کے معمولی بانسوں کی طرح نہیں ہوتا۔ بورنیو میں ایک خاص قسم کا درخت جو یاچج کہلاتا ہے اس کی شاخ کا یہ بانس ہوتا ہے جس کے سر پر تیر کا زہر میں بجھا ہوا پھل لگا ہوتا ہے۔ جس جانور کا شکار کرنا مقصود ہوتا ہے اس بانس کا رُخ شکار کی طرف کرکے دوسرے حصہ سے زور سے پھینکا جاتا ہے جس کی وجہ سے تیر اُڑ کر ٹھیک نشانہ پر جا لگتا ہے۔

انسان کے میلے کچیلے ناخنوں میں خدا جانے بیماری کے جراثیم کی کتنی بڑی دنیا آباد ہوتی ہے ۸۰ ناخنوں کے میل کو ایک جگہ جمع کرکے علم الجراثیم کے ماہرین نے ان کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ان میں ۵۰ قسم کے جراثیم موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں انگلی ڈالنے یا مریضوں کی تیمار داری وغیرہ کے لئے انگلیوں اور ناخنوں کی صفائی کتنی ضروری ہے۔